طرف مبذول ہونے کی وجہ سے مدرسہ اپنی سابقہ رونق بحال نہ رکھ سکا۔

پھونکوں سے چراغ علمی بجھانے کی کوشش: آپ نے مدرسے کا اجراء کیا تو آپ کی صلاحیت واستعداد کو دیکھ کر جوق در جوق طلباء اُمڈ آئے۔ شرپسندوں نے مدرسہ بند کرنے کا مطالبہ کیا اور آپ کے مکان کو گھیرے میں لے کر ڈرایا دھمکایا، مرعوب کرنے کی خوب کوشش کی۔ ہجومی کڑکے، برسے، خوب گرجے لیکن اس مردِ آہن نے جرأتِ ایمانی اور قوتِ روحانی کے ساتھ تعلیمات رحمانی کو جاری وساری رکھا۔ اس طرح مدرسہ بند کرانے کا خواب شرمندِ تعبیر نہ ہوسکا۔

علاقہ تھگس خپلو کو روانگی: آپ کی علمی شہرت تدریسی صلاحیت دیکھ کر اہل تھگس نے اپنے نونہالوں کی تعلیم وتربیت کے لیے بلالیا، جہاں آپ نے ڈھائی سال تک قیام فرمایا۔ پھر واپس سکسا تشریف لائے۔ توحیدی وعارفانہ شاعر بوا قربان علی کی خواہش پر کچھ عرصہ موضع طُورتک چھور بٹ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کے علمی فیض کا ثمرہ تھا کہ کلام الٰہی اور فرامین نبوی کی روح یہاں رچ بس گئی۔ حاجی خلیل الرحمٰنؒ نے "بلتستان میں درس توحید کا دور سادس" میں آپ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

اجل تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، البتہ ان میں سے اجل تلامذہ درج ذیل حضرات ہیں:

(۱) مختار احمد فرانوی: آپ نے مولانا سے چھ برس تک سبق لیا۔ اس کے بعد میرٹھ جاکر درس نظامی مکمل کی، پھر اِلٰہ آباد یونیورسٹی سے فاضل عربی کی ڈگری حاصل کی۔ (۲) مولوی عبدالرحیم سکساوی: آپ نے شیخ القرآن والحدیث حافظ عبدالرحمٰنؒ کی وفات کے بعد سکسا میں امامت وخطابت کا فریضہ سنبھالا۔ آپ کی یادگار ریٹائرڈ انسپکٹر ماسٹر عبد اللہ، محمد ابراہیم، اور عبدالقیوم ہے، جو محکمہ ایجوکیشن سے تعلق رکھتا ہے۔ (۳) مولانا عبدالرشید انصاری (اصل مضمون نگار): آپ فاضل السنہ شرقیہ پنجاب یونیورسٹی تھے۔ آپ کا تفصیلی تعارف بقلم استاد عبدالرشید صدیقی مرحوم مجلہ التراث شمارہ نمبر 9 جولائی 2002ء میں ہوچکا ہے۔ آپ بلتستان میں ایک قلمکار اور مؤرخ ومصنف کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔

وفات حسرت آیات: مولٰنا عبدالکریم ایک ماہ بیمار رہ کر بعمر ۵۵ سال جون ۱۹۴۹ء بمطابق ۱۳۶۸ھ میں اس جہانِ ناپائیدار سے عالم جاویدان سدھار گیئے۔ ﴿إنا لله وإنا إليه راجعون﴾

آپ کی نماز جنازہ خطیب بلتستان حافظ عبدالرحمٰن نے پڑھائی۔ مولانا عبدالکریم مرحوم کی کوئی صلبی یادگار نہ تھی۔

مآخذ: (۱) تذکرہ علماء وصوفیائے بلتستان (۲) بلتستان کے مذہبی حالات (۳) بلتستان میں درس توحید کے ادوار ستہ (۴) ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات۔

احوالِ عالم

عبدالرحیم روزی

سال 2011ء دنیائے عرب میں غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا۔ جس کو تاریخ میں الربیع العربی یعنی ''عرب کا موسم بہار'' کا نام دیا گیا کئی عشروں سے پھن پھیلائے ناگ کی طرح تخت وتاج پر براجمان ظالم حکمران شریف النفس اور امن وامان کے عادی جمہور۔ کے طوفانِ بلاخیز کی زد میں آکر جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے یا کم ازکم فرشِ مخملین سے اٹھوا کر تنگ وتاریک کال کوٹھریوں میں جا پہنچے۔

تیونس: سب سے پہلے تیونس میں اسلام دشمن اور سیکولر حکومت کے خلاف ایک نوجوان نے خودسوزی کی۔ جس کے نتیجے میں افریقہ کے اس ملک کے پسے ہوئے عوام جان کی پروا کیئے بغیر ۱۴ جنوری کو صدر زین العابدین بن علی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ بالآخر '' أنا ولا غيري'' کا دعویٰ کرنے والا ظالم صدر خاندان سمیت بے پناہ مال ودولت ساتھ لے کر بھاگ گیا۔ یوں مظلوم ومقہور عوام کو 1989ء سے مسلط ظالم وجابر حکمران کے چنگل سے آزادی ملی۔

4 نومبر 2011 کے پارلیمانی انتخابات میں جناب راشد غنوشی کی پارٹی ''النهضة الإسلامية'' کو 80% ووٹ کاسٹ کرکے تیونس کے عوام نے واضح کردیا کہ ہم سیکولرازم کے بجائے اسلام چاہتے ہیں۔ اس انتخابی عمل کی شفافیت کا جائزہ لینے کے لیے عالمی تنظیموں کے نمائندے بالخصوص اقوام متحدہ کے مبصرین آئے ہوئے تھے۔ سب نے انتخابی عمل کے شفاف ہونے کا برملا اظہار کیا۔ اس غیر معمولی بھاری مینڈیٹ نے سیکولروں کی نیند حرام کررکھی ہے۔ ﴿قل موتوا بغيظكم﴾

مصر: اس اسلامی ملک میں تیس برسوں سے حسنی مبارک نے فرعون کی یاد تازہ کررکھی تھی۔ اس سے قبل جمال عبدالناصر اور انور سادات کے تاریک دور اخوان المسلمین اور اسلام پسند عوام کے لیے ایسی ہی ابتلاء وآزمائش کا زمانہ تھا جس سے فرعون کے ہاتھوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو گزرنا پڑا تھا۔ سید قطب اور امام حسن البنا سمیت سینکڑوں اساطین وعلمائے قائدین محض '' لا إله إلا الله'' کی حمایت کی پاداش میں تختہ دار پر چڑھائے گئے تھے۔ بالآخر کب تک اللہ کی لاٹھی بے آواز رہے۔ 25 جنوری کو الجامعة العربية کی بلڈنگ کے سامنے تحریر (آزادی) چوک پر مصر کے غیور عوام ڈکٹیٹر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ صبر وایقان کے ان مجسم سپوتوں نے نہتے حالت میں توپوں اور گولیوں کا مقابلہ کیا۔ اس مقابلے میں ڈکٹیٹر کی حکومت ڈھیر ہوگئی اور مظلوم ایسی تیزی کے ساتھ اس کے گریبان تک پہنچے کہ اسے خزانہ قارون لے کر بھاگنے کی

بھی فرصت نہ ملی۔عوامی تحریک کے 25 روز بعد وہ شرم الشیخ میں چوہے کی طرح چھپ گیا۔کئی ماہ بعد نومبر میں اقوام متحدہ اور مغربی تنظیموں کی نگرانی میں پارلیمانی انتخابات ہوئے۔

رائے دہندگان نے اسلامی تنظیموں کے حق میں ووٹ دیا،جن میں إخوان المسلون، جماعة النور اور أنصار السنة المحمدية نمایاں ہیں۔یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نصرت سے اسلام بیزار سیکولر جماعتوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گیئے۔اور اسلام کا بھریرا لہرانے کا زریں موقع ہاتھ آیا۔دوسری طرف ڈکیٹر پر مقدمہ چل رہا ہے۔ ان شاءاللہ العزیز اسے اپنی بربریت اور سیاہ کرتوتوں کا صلہ ضرور ملے گا اور خون شہیداں رنگ لائے گا۔

لیبیا: اٹلی سے آزادی حاصل کرنے والا یہ اسلامی افریقی ملک 1969ء سے مجموعہ اضداد شخصیت کرنل معمّر قذافی کے ظلم و بربریت کی چکی میں پستا رہا۔اس بوالعجب اور متلوّن مزاج انسان نے تختہ مشق بنائے رکھا۔ان کا دور مسلمانانِ لیبیا کے لیے بڑا تکلیف دہ تھا۔قذافی تاریخ میں ایک نیرنگ صفات کا حامل صدر قرار دیا گیا۔گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے میں کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔کبھی وہ عالم اسلام کی غیرت کو مہمیز کرتے اور مغرب کے خلاف گرجتے۔پاکستان کو ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ایٹمی طاقت کے سلسلے میں غیر معمولی امداد دی،اس کے علاوہ بھی محاسن ہیں۔لیکن اس کا دوسرا رخ عالم اسلام اور پڑوسی ممالک کے لیے تاریک تر تھا۔اس نے کمیونزم اور اسلام کے مقابلے میں عربی وقومی اتحاد کو بطور نظریہ پیش کیا،جس کے لیے انہوں نے ''الكتاب الأخضر'' آئین کے طور پر لکھی۔قرآن کریم میں معوذتین کے شروع سے لفظ ''قل'' ختم کرنے کا قائل اور سنت نبویہ کا منکر تھا۔اسی لیے سعودیہ عربیہ کے کبار علماء کی تنظیم نے اسے خارج از اسلام قرار دیا تھا۔

وہ اسراطین کے نام سے فلسطین اور اسرائیل کے مابین اتحاد کا قائل تھا۔لائبریرین کا کہنا ہے کہ وہ سرکاری لائبریری میں قرآن کریم کو (نعوذ باللہ) سیڑھی کے طور پر استعمال کرتا تھا۔خوبصورت عورتیں اس کی باڈی گارڈ ہوتیں۔ملک کے تمام عہدوں پر اپنے خاندان کو مسلط کر رکھا تھا۔بے دریغ دولت بنائی۔اسلام سے خوب دشمنی رکھی،عوام کو دبائے رکھا۔

لیبیا کے عوام نے تیونس اور مصر سے سبق سیکھا اور کئی ماہ تک حکومتی جلادوں کے توپوں، گولوں کا نشانہ بن کر ڈٹ گئے، کشتوں کے پشتے لگ گیئے۔مگر فتح مکہ ہونے کی تاریخوں یعنی ۲۰ رمضان المبارک کو طرابلس فتح ہوا۔آمر اور اس کے حواری شہر شہر چھپ کر مقابلہ کرتے رہے۔یہاں تک کہ 21 اکتوبر کو مجاہدین اور نیٹو کے افواج اس کے سر پر پہنچ گیئے۔وہ زندگی کے آخری لمحات میں اپنے آبائی گاؤں ''سرت'' میں پانی کے ایک پائپ میں گھسا ہوا تھا، جہاں سے تعاقب کرنے والے

حملہ آوروں نے بل سے چوہے کی طرح نکال لیا۔اب بچوں کی طرح ممیاتے ہوئے رہائی کی دہائی دے رہا تھا،مگر غیظ وغضب سے بھرے ہوئے جوانوں نے گھونسوں اور لاتوں سے مرمت کرنے کے بعد اسے مار ڈالا۔مختصر عرصے کے بعد اس کا بیٹا سیف الاسلام بھی ملک سے بھاگتے ہوئے گرفتار کرلیا گیا۔یہاں بھی 42 سال بعد حامیانِ شریعت کو سکھ کا سانس نصیب ہوا ہے۔اور قانون ساز انتخابات میں غیر معمولی کامیابی کی توقع ہے۔﴿ و ليبدلنهم من بعد خوفهم أمنا ﴾

شـــام : یہ اسلامی ملک سرزمین نبوت و برکت ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ستم ظریفی دیکھیئے کہ یہاں اسلام وقرآن سے بیزار نصیری فکر و خیال سے تعلق رکھنے والے خاندان نے کئی عشروں سے جبر واستبداد کا بازار گرم کر کے عوام کا جینا دوبھر کر رکھا ہوا ہے۔ ملک کی دولت سمیٹنا،عوام کو خوشحالی وآسودگی سے دور رکھنا،تمام اہم سرکاری منصبوں کو صرف اپنے کنبے کا حق سمجھنا بھی ''اَسد'' خاندان کا وتیرہ ہے۔

''عرب موسمِ بہار'' کے انقلاب سے متأثر ہوکر شام کے عوام نے بھی انگڑائی لی اور وہ بھی ظالمانہ شاہی نظام کو ختم کر کے عادلانہ جمہوری نظام قائم کرنے کے حق میں پرامن طریقوں سے مطالبہ کرنے لگے۔اب ان کو بھی توپوں،بموں اور گولیوں سے بھون ڈالنے کا عمل شروع ہوا۔مساجد،مدارس،گھربار،بوڑھے،بچے الغرض سب کو انتقام وسفاکی کا نشانہ بنایا گیا۔

صدر بشـــار الأسد ایک غنڈے کی طرح تمام دوست و پڑوسی ممالک کی ہدایات وخیر خواہیوں کو پیروں تلے روند ڈالتا ہے۔کسی بھی عرب وغیر عرب میڈیا کے نمائندوں کو شام آنے کی اجازت نہیں دیتا۔شب وروز تحریک آزادی کو کچلنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتا۔اور انسانی خون کی ہولی کھیلنے میں مصروف ہے۔لیکن وہ ایام دور نہیں کہ یہ ظالم وڈکٹیٹر بھی نشان عبرت بننے والے دوسرے ڈکٹیٹروں کی طرح رخصت ہونے والا ہے۔اور بلاشرکت غیرے اقتدار کو اپنا دائمی موروثی حق سمجھنے والا یہ ظالم بھی اپنے منطقی اور فطری انجام کو پہنچ جائے گا۔

عـــراق : دنیا کے اس قدیم ترین خطے میں ''دنیا کے احمق ترین حکمران'' صدام حسین کا چھکا چھڑانے کے لیے بی امریکہ نے ایک بھونڈا سا الزام لگایا کہ اس ملک میں کیمیاوی وجوہری ہتھیار موجود ہیں۔نہیں معلوم کہ امریکہ کا مقصد کس کو فائدہ پہنچانا تھا۔ ۲۰۰۰ء میں نیٹو کے ساتھ مل کر جدید ترین ہتھیاروں سے حملہ کیا۔صدام حسین نے بھی اپنی حماقت کی سزا پائی۔

امریکہ نے نیٹو کے ساتھ مل کر عراق کا چپہ چپہ چھان مارا کہ کہیں گوہر مقصود کا سراغ مل جائے۔مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شد'' وہاں سے کچھ بھی نہ ملا۔جس پر خود امریکہ کو بھی حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ ہمارے ماہرین نے جلد بازی کر کے